کتاب کا عنوان اجتماعیات، خصوصاً اسلامی تحریکات کے شائقین کی توجہ کو کھینچتا ہے۔ مگر یہ مختصر کتاب نہ تو موضوع سے متعلق جامع تاریخ ہے اور نہ تحقیق کے معیار پہ پوری اُترتی ہے۔

اوّل تو تحریکوں کو شیعہ اور سنی میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور سنی معاشرے کی ہیئت کے خلاف دبے دبے ریمارکس ہیں شیعہ معاشرے اور مسالک کے لیے اظہارِ تفاخر ہے۔

پھر بیسویں صدی کی تحریکوں میں سید جمال الدین (جنہیں بطور شیعہ پیش کیا گیا ہے) کی تحریک اور شیخ محمد عبدہ اور کواکبی کا ذکر ہے، اور اقبال کے خیالات کی جھلک سامنے آتی ہے۔ باقی عرب دُنیا کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ اسلامی تحریکوں کی کمی ہے، کیونکہ عربوں کا رجحان وہابیت کی طرف ہے۔ پھر شیعوں کی تحریکوں کا ذکر شروع کر کے اصل زور ایران کی اسلامی تحریک پہ دیا گیا ہے، جس کے اثر سے حالیہ انقلاب واقع ہوا۔ اس حصے میں پھر سارا زور اس پہ ہے کہ یہ کامیابی اس لیے ہوئی کہ یہ شیعہ انقلاب شیعہ معاشرے میں واقع ہوا۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس کتاب میں نہ برصغیر کی تحریک جہاد کا ذکر ہے، نہ مصر و عرب کی تحریک اخوان المسلمون کا کوئی بیان اور نہ جماعتِ اسلامی پاکستان کا کوئی حوالہ۔

اس قسم کی کتابیں علم و تحقیق کی سطح پہ جگہ نہیں پا سکتیں، فرو اعلیٰ قسم کے پروپیگنڈہ لٹریچر میں شمار ہوتی ہیں۔

شہدائے کربلا پر افترا از مولانا محمد عبدالرشید نعمانی۔ ناشر: مکتبہ اہل سنت والجماعت کراچی ۱۹

صفحات: ۱۰۱ قیمت: ۷/- روپے

خدا کی توحید کے بعد، قدرتِ نبوت کی جماعت صحابہ کی وحدت بھی (محمدٌ رسول اللہ والذین معہٗ) ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے جس کو جملہ اہلِ صلاح و فلاح نے تسلیم کیا ہے اور اس وحدت کو تسلیم کرنے پہ نہ صرف قانونِ الٰہی کی صحیح تفہیم و تنفیذ کا دارومدار ہے، بلکہ اس تصوّر کے بغیر وحدتِ اُمت قائم ہی نہیں ہو سکتی۔ تفریق بین الصحابہ کا لازمی نتیجہ تفرقہ ہے اور اہلِ تفرقہ کی یہ خاص ضرورت ہے کہ وہ تفریق بین الصحابہ کی راہیں نکالیں بلکہ صحابہ کے بعض افراد

اور گروہوں کو ہدفِ عناد بنائیں۔ یہی روش سبائیوں، رافضیوں اور ناصبیوں کی ہے۔

نعمانی صاحب کے رسالے کو دیکھ کر یہ خطرناک صورت سامنے آئی کہ رافضیت سے توخیر چارہ نہیں، ناصبیت جو مٹ چکی تھی اب اس کا پاکستان میں پرزور طریق سے احیا ہورہا ہے، جو کام محمود عباسی صاحب نے شروع کیا تھا اُسے ڈاکٹر احمد حسین کمال حدِ کمال تک پہنچانے کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔ ایک کمال بنگلہ دیش کے حصّے میں ہے، دوسرا پاکستان کے حصّے میں۔ دونوں نے اپنے اپنے انداز پر بڑے کمالات کیے ہیں۔ محمود عباسی صاحب نے تو واقعہ کربلا کو یہ شکل دی تھی کہ امام حسینؓ چونکہ یزید کی جائز شرعی اور شورائی حکومت کے خلاف باغی بن کر اُٹھے تھے لہٰذا جائز طور پر اُن کی سرکوبی کی گئی۔ مگر ڈاکٹر کمال نے تو اور ہی تماشا بنا دیا۔ ان کی تحقیق انیق یہ ہے کہ امام حسینؓ کو کوئی گھیرے ہوئے تھے۔ اور یزید کے افسران فوج لے کر اُن کی حفاظت کے لیے پہنچے تھے۔ مگر دس محرم کو یکایک کوفیوں نے امام حسینؓ پر حملہ کر دیا اور وہ تباہی واقع ہوئی جس کا الزام یزید کی حکومت کے سر لگایا جاتا ہے۔ یزید کی فوج نے بعد میں ان تمام کوفیوں کو ختم کیا اور بعض کی نعشیں عبرت کے لیے پامال کیں اور خانوادۂ حسین کی خواتین کو حفاظت میں لے کے شاہی مہمان خانے تک پہنچایا۔

اب فرمائیے!

اگر تاریخی تحقیق نام ہے، تاریخ کو نئی شکل دینے کا تو پھر داستانِ موسیٰ و فرعون اور قصۂ ابراہیمؑ و نمرود کو بھی ذوقِ ابداع و ایجاد کا تختۂ مشق بنا کر متعلقہ مسائل و تصورات کا رُخ بدلا جاسکتا ہے۔

مولینا نعمانی نے خاص تفصیل سے ڈاکٹر کمال صاحب کے کمالات کو بیان کیا ہے اور مقابلے میں صحیح تاریخی حوالے رکھے ہیں۔ صحابہ کرام کی عزت و حرمت کا تحفظ کیا ہے۔

اس رسالے کو پڑھ کر ایک سبق یہ ملتا ہے کہ امیر معاویہ جس طرح کی شوریٰ منعقد کرتے ہیں اور جس طرح اس سے فیصلہ حاصل کرتے ہیں اور جس کی بنا پر کہنے والے کہتے ہیں کہ یزید کی حکومت شوریٰ پر مبنی تھی، دراصل نظامِ شوریٰ کا غلط تصور ہے جس پر حریف کا استدلال مبنی ہے۔ شوریٰ آس

(باقی بر صفحہ ۵۶)